موضوع بحث بنایا۔ انہوں نے کہا کہ خطّے میں پہلے سے موجود نسلی اور سیاسی کشید گیوں کے تناظر میں مہاجرین کا مسئلہ وسطی ایشیاء کے ممالک کے لیے ایک نیا چیلنج بن کر سامنے آیا ہے۔

افغانستان میں تاجک مہاجرین کی آمد کے سلسلے میں انہوں نے کہا کہ تباہ حال افغانستان نے اگرچہ ان مہاجرین کو خوش آمدید تو نہیں کہا مگر وہ انہیں دریائے آمو پار کر کے اپنے صوبوں کندوز، بدخشاں اور تخار میں داخل ہونے سے روک بھی نہیں سکا ہے۔ تاجک مسئلے کے حل نہ ہونے کے باعث افغانستان کے شمال میں متعدّد تاجک مہاجرین اب بھی خیموں میں رہنے پر مجبور ہیں۔

پاکستان کے ممتاز سکالر راس مسعود حسین نے سیمینار کی کارروائی کا خلاصہ پیش کیا۔ جبکہ پشاور یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر فرزند علی درانی نے سیمینار کے شرکاء سے الوداعی خطاب کیا۔

یوں "وسطی ایشیا" پر یہ بین الاقوامی سیمینار ۲۶ مارچ کو اس حوصلہ افزا نوٹ کے ساتھ اختتام کو پہنچا کہ وسطی ایشیاء کے ممالک کے ساتھ باہمی طور پر سود مند تعلقات کو فروغ دیا جائے گا۔

ترجمہ و تلخیص: محمد ارشد خان (بشکریہ روزنامہ دی نیوز راولپنڈی/اسلام آباد)

مدیر کے نام

محب الحق صاحبزادہ، اسلام آباد

مارچ - اپریل ۹۶ء کا شمارہ پیش نظر ہے۔ جناب اشفاق احمد ورائچ کی تجویز ہے تحریک ملی کہ اپنی خلش آپ سے بیان کر دوں۔ سرورق مجھے بھی جچ نہیں رہا تھا لیکن کیسا ہو یہ بات ذہن میں واضح نہیں۔ موجودہ سرورق تصوّر کو پیچھے لے جاتا ہے۔ گویا رجعت قہقری ہے۔ بخارا کا دور زوال آنکھوں کے سامنے پھرنے لگتا ہے جو صحیح اسلامی تہذیب کا کوئی اچھا نمائندہ نہیں تھا۔ مضامین تروتازہ ہیں تو نقش بھی کُہن اچھا نہیں لگتا۔

آپ روس کا تعاقب بہت خوبصورتی سے کر رہے ہیں اور متنوع مضامین دلچسپ اور معلومات افزا ہوتے ہیں۔ چند دن پہلے کسی اخبار یا رسالے میں ایک بات سامنے آئی تھی کہ روسی منصوبہ سازوں نے سن ۲۰۰۵ء تک "سوویت یونین" کے احیاء کا پروگرام مرتب کیا ہوا ہے۔ اس کے ابتدائی آثار بیلو روس کے ادغام اور قازقستان، کرغیزیا، آذر بائیجان وغیرہ کے ساتھ مخصوص معاہدات سے واضح ہو رہے ہیں۔ اس پروگرام کو جتنا سنجیدہ لیا جا رہا ہے اس کا اندازہ اس ایک تنبیہی فقرے سے لگایا جا سکتا ہے کہ "۲۰۰۵ء تک sovietization کی تکمیل نہ ہو پائی تو پھر کبھی نہ ہو گی"۔ ظاہری اختلاف کے باوجود اور یہ جانتے ہوئے بھی کہ سوویت احیاء اصلاً کمیونسٹ پارٹی کا نعرہ ہے، روس کی سبھی قابلِ ذکر پارٹیاں اور گروہ اس پروگرام پر متفق ہیں۔ فرق عمل درآمد کے انداز کا ہے۔ میرا خیال ہے کہ غیر فوجی اور نرم

اپروچ کی بات کرنے والے انجام کار زیادہ خطرناک ثابت ہوں گے۔ الغرض گزارش یہ تھی کہ مستقبل کی صورت گری کے لیے اغیار جو کچھ سوچ رہے ہیں اس کی جھلک بھی دکھاتے جائیے۔

اس ضمن میں ایک اہم عامل خود نوآزاد مسلم ممالک کی اندرونی کیفیت ہے۔ کیا مسلمان تحریکیں اور پارٹیاں آزادی کے ثمرات سمیٹنے میں حکمت اور چابکدستی سے کام لے رہی ہیں یا آزادی نے ان کی خام کاری کو آشکار کر دیا ہے---؟ ظاہر ہے اس طرح کے مضامین تیار تو شاید نہ ملیں کہ ترجمہ دے دیا جائے۔ اشارہ یہاں یہ ہے کہ کسی صاحب علم و قلم سے لکھوانے کا اہتمام کر لیا جائے۔ روابط اور رسائل کی کمی کی وجہ سے صحیح معلومات کا حصول اور ان کی بنیاد پر تجزیہ یقیناً بہت مشکل امر ہے لیکن کوئی نہ کوئی راستہ نکالنا چاہیے۔ آپ محسوس کر رہے ہوں گے کہ میرا ذہن ان ملکوں کے بارے میں اسلام کے حوالے سے کسی قدر مایوسی کا شکار ہے۔ میرے پیش نظر دراصل بالواسطہ اشارے (indicatiors) ہیں۔ تین چار برس پہلے مغربی طاقتیں اور میڈیا وسطی ایشیا کے ضمن میں سخت خلجان اور خوف کا اظہار کر رہے تھے لیکن اب ایک گونہ اطمینان اور لاتعلقی کا عالم ہے۔ شیشان کے حوالے سے یورپی اور امریکی اضطراب کی خبروں کو زیادہ سنجیدگی سے نہیں لینا چاہیے۔ کوشش صرف اتنی لگتی ہے کہ روس کی جان اس جنجال میں پھنسی رہے خواہ اس کے نتیجے میں قفقاز کی پوری مسلم آبادی ملیامیٹ ہو جائے۔

روس میں کمیونسٹوں کا دوبارہ اقتدار مغرب کے لیے ڈراؤنا خواب ہے۔ لیکن (میری ذاتی رائے میں) یہ مسلمانوں (فی الاصل اسلام) کے لیے زیادہ تردّد کا باعث نہیں بنے گا۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ ایسی صورت حال میں مغرب کو دوبارہ علاقے میں حلیفوں کی تلاش ہو گی اور یوں کم از کم ایک طرف سے دباؤ کم ہو جائے گا۔ اس تجزیے اور منظر کشی کے لیے بھی پرچے میں کوئی صورت نکالیے گا۔

معاف کیجیے کہ پرچے کی تنگ دامانی کا خیال کیے بغیر میں ایسی تجویزیں دے بیٹھا ہوں۔ بہر کیف رائے میں وزن محسوس ہو تو زیر غور لائیے گا۔

میاں مظفر احمد، خانیوال

شمارہ مارچ اپریل ۱۹۹۶ء مل گیا ہے۔ اس شمارہ کو آپ نے صرف روس کا خبر نامہ بنا دیا ہے۔ اس شمارہ میں کوئی بھی ایسا مضمون نہیں جس کا ذکر ایک اچھے مضمون کی حیثیت سے کیا جائے۔ میں مدیر کے نام خط میں محترم اشفاق احمد وڑائچ کی رائے سے متفق ہوں کہ رسالہ کو نرا خبر نامہ نہ بنائیں۔ تازہ ترین صورت حال ضرور شامل کریں مگر اتنا نہیں کہ پرچہ بجائے ایک علمی رسالے کے صرف خبر نامہ بن جائے۔